حیات ابوطالبؑ

اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب قبلہ، الہ آبادی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سید المرسلین و خلفائہ فی الارض اجمعین۔

اسماء والقاب :۔ اسم مبارک عبد مناف، شیبہ، عمران تھا، القاب شیخ البطحا، سید بطحاء، رئیس مکہ، مگر ان اسماء نے شہرت حاصل نہیں کی، کنیت والے نام سے مشہور ہوئے آپ کے سب سے پہلے فرزند کا نام طالب تھا جن کو مشرکین مکہ جب جبراً جنگ بدر میں لے گئے تو انہوں نے اپنے اشعار میں یہ دعا کی تھی کہ اے پروردگار میں اگر چہ ان بھیڑیوں کے غول میں ہوں لیکن دلی مدعا یہ ہے کہ سب مسلوب و مغلوب ہوں۔ جب ان کی دعا قبول ہوئی تو طالبؑ کا پتہ نہ مقتولوں میں ملا نہ مکہ واپس آئے نہ قید ہوئے۔

ابوطالبؑ کو سرورِ کائناتؐ کے والد بزرگوار کے ساتھ صلبی و بطنی یگانگت کا شرف حاصل تھا۔ فاطمہ بنتِ عمر مخزومی آپ کی بھی والدہ تھیں۔

ولادت :۔ ابرہہ بن صباح کی فوج کشی کے پینتیس سال قبل ۵۳۵ء میں ولادت ہوئی۔ جناب عبدالمطلبؑ کا انتقال ۵۷۸ء میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر تینتالیس سال کی تھی۔ یہی وہ وقت مسعود تھا جب کعبہ کی تولیت، مکہ کی امارت، قریش کی سیادت سرورِ عالم کی تربیت، آپ سے براہ راست متعلق ہوئی۔

رسالت ابوطالبؑ کے آغوش میں

ہاشمؑ کے گھرانے والوں کی خصوصیت ہے کہ خلف کا طریق کار سلف کے کردار کا آئینہ ہوتا ہے قول و عمل میں یہاں اختلاف نہیں ہوتا پھر برسوں باپ کا انداز تربیت دیکھنے کے بعد کیونکر ممکن ہے کہ ابوطالبؑ کے دور میں وہ طرز بدل جائے۔ امانت ملتے ہی ایسا معلوم ہوا کہ وقت کا انتظار تھا، چچا نے باپ کے فرائض ادا کرنے شروع کر دیئے اور چچی نے ماں کی جگہ پر کی، ایسا سلوک کیا کہ سرور کائناتؐ نے والدین کو ان کی کمی محسوس کر کے کبھی یاد نہیں کیا۔

فاطمہؑ بنت اسدؑ

جناب ابوطالبؑ کی شادی ان کی حقیقی چچازاد بہن فاطمہ بنتؑ اسد کے ساتھ ہوئی تھی۔ ممدوحہ سب سے قبل اسلام قبول کرنے والی مخدرات میں سے ہیں۔ بعثت رسولؐ کے پہلے سال ہی جناب خدیجہؑ کے بعد آپ نے اسلام قبول کیا یعنی ان تفصیلات کے ساتھ جن کو لے کر حضورؐ تشریف لائے تھے ورنہ ملت ابراہیمؑ اور دین فطرت پر تو مثل سلف کے ابتدائے عمر ہی سے تھیں ۴ھ میں مدینہ میں انتقال کیا یعنی جناب ابوطالبؑ کے انتقال کے بعد چھ سات برس۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد دس برس تک ابوطالبؑ کا ساتھ رہا۔ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے اور نہ رسولؐ نے اختلافِ عقائد کی بنا پر فاطمہ بنتؑ اسد کو ابوطالبؑ کی زوجیت سے خارج کیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے اس نکتہ کو استدلال میں بیان فرمایا ہے۔

فاطمہ بنتؑ اسد کے ایمان کی ایک مستحکم دلیل یہ بھی ہے کہ جب آثار حمل ظاہر ہوئے یعنی بعثت سے دس برس قبل تو آپ خانہ کعبہ کے قریب آئیں اور فرمایا پروردگارا میں تجھ پر

تیرے انبیاء و مرسلین پر تیری جانب سے نازل شدہ کتابوں پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے جد ابراہیمؑ کے کلام کی تصدیق کرتی ہوں جس بزرگ نے یہ گھر بنایا ہے اسی کا تجھ کو واسطہ دیتی ہوں اور اس مولود کا جو میرے بطن میں ہے کہ تو وضع حمل کو مجھ پر آسان کردے۔

وفات فاطمہؑ بنت اسد

جناب فاطمہؑ بنت اسد کے خدمات کے اعتراف میں ان کے انتقال کے موقع پر سرورِ کائناتؐ دیر تک روتے رہے۔ فرماتے ہیں: اے مادر! تم میری ماں کے بعد میری ماں تھیں، خود بھوکی رہیں مجھ کو سیر کیا۔ خود نہ پہنا اور مجھ کو پہنایا، بہتر غذا مجھ کو دی، اپنے نفس و اولاد پر مقدم کیا، مجھ کو معلوم ہے کہ رضائے خدا کے لئے یہ سب کچھ کرتی تھیں۔

وقت غسل آیا حضرتؐ نے آب کافور میں ڈبو کر دعا کی۔ خود پانی ڈالا، اپنا پیراہن بجائے کفن عنایت کیا۔ اصحاب نے قبر کھودی، حضرتؐ قبر میں اترے، زمین ہموار کی، مٹی نکالی، لحد میں خود لیٹ گئے تاکہ برکت نازل ہو، قبر کشادہ رہے۔ پھر میت کو قبر میں اتار کر دعا کی ''بار الٰہا میری ماں فاطمہؑ کو بہ تصدق انبیاء سابقین اور اپنے نبی محمدؐ کے بخش دے۔ قبر کو کشادہ کردے، فشار سے محفوظ رکھ۔ پھر سنگ لحد رکھ کر قبر بند کی اور سرہانے بیٹھ گئے اور دوبارہ فرمایا: ''آپ کا فرزند، آپ کا فرزند'' ابن عباس اس راز کو نہ سمجھے۔ بعد میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا نکیرین سوال کررہے تھے۔ سب جوابات تو دیدیئے مگر سوالِ امامت پر حیران تھیں، میں نے تلقین کردیا کہ آپ کا فرزند ہی تو ہے۔

ان دونوں بزرگوں کی تربیت کے جزیات میں شان رسالت کی محافظت کے وہی آثار نظر آئیں گے جو عبدالمطلبؑ کے دور میں منظر عام پر آئے تھے۔ ایک بار یہ ہوا کہ فاطمہ بنت اسد اپنے گھر میں تھیں کہ رسولؐ تشریف لائے۔ پاؤں ٹھوکر کھا گیا، لغزش ہوئی قریب تھا کہ گر پڑیں۔ آپ نے فوراً اس درخت مردہ کا سہارا لیا جو گھر میں نبوت کے کرشمے دیکھنے کو رہ گیا تھا۔ بس ہاتھ لگتے ہی اس کی تقدیر جاگ اٹھی، شاداب ہوگیا۔ جناب فاطمہؑ بنت اسد نے اعلانِ نبوت سے قبل یہ اعجاز دیکھ کر آغوشِ تمنا وا کرتے ہوئے عرض کی ''خدایا مجھ کو ایک فرزند دے جو محمدؐ کا برادر ہو'' چنانچہ یہی کلمات امیرالمومنینؑ کے مادی وجود کے لئے سنگ بنیاد بنے۔

یہ تو ان معظّمہ کے جذبات محبت وعقیدت تھے جن کو براہ راست اس امانت جلیلہ کا امین نہیں بنایا گیا تھا پھر جو براہ راست امانت کا مرکز اور ودیعت کا مستقر ہو کن جذبات کا علمبردار ہوگا۔

دنیا میں سب سے زیادہ اولاد محبوب ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی اولاد سے زیادہ کسی کو چاہے تو اس سے بالاتر محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ بس سمجھ لیجئے کہ اولاد سے زیادہ ابوطالبؑ کو رسولؐ محبوب تھے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ ابوطالبؑ کو رسولؐ سے بے حد محبت تھی۔ گو وہ کثیر العیال تھے لیکن اپنی تمام اولاد سے زیادہ حضورؐ سے محبت رہی۔ جب سوتے تو آپ کو اپنے پاس سلاتے۔ باہر جاتے تو صرف آپ ہی کو اپنے ہمراہ لے جاتے۔ جس چیز سے حضور کو رنج ہوتا وہ ان کو بھی ناگوار ہوتا۔ آپ کے کھانے کا خاص انتظام کرتے۔ ابوطالبؑ کی اولاد تنہا یا مجتمع ہو کر کھانا کھاتی تو سیر نہ ہوتی اور جب حضور کے ساتھ کھاتی تو سیر ہوجاتی۔ جناب ابوطالبؑ نے یہ انتظام کردیا تھا کہ جب بچے کھانے بیٹھتے تھے تو ہدایت فرماتے تھے کہ محمدؐ کو آجانے دو۔ آپ کے تشریف لانے پر سب لوگ کھانا کھاتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ان کے ساتھ کھانے سے تمہارے کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ کھائیں تو برکت نہ ہو۔

عظمت نبوت سے ابوطالبؑ کا متاثر ہونا

جناب عبدالمطلبؑ کا انداز تعظیم واحترام دیکھنے کے بعد کیسے ممکن تھا کہ ابوطالبؑ آنحضور کو صرف بھتیجا سمجھتے۔ باوجود کمسنی کے ابوطالبؑ کے دل پرنور میں رسولؐ کی غیر معمولی عظمت تھی۔ زیر خانہ کعبہ دستور حرم کے موافق جب آپ کے لئے مسند بچھائی

جاتی تھی جس پر کسی اور کی گنجائش نہ تھی تو سرور کائناتؐ بے تکلفانہ آکر بیٹھ جاتے تھے اور ابوطالب عبدالمطلبؑ کی طرح فرماتے تھے کہ میرے بھتیجے میں خاص اولوالعزمی ہے اور ان کے لئے مخصوص خدا کی نعمتیں ہیں۔

استسقاء ابوطالبؑ کے دور میں

اسی طرح ایک بار ابوطالب کے دور میں قحط پڑا، مشورہ ہوا، لات وعزیٰ سے فریاد کرنے کے مشورے دئے گئے مگر ایک معزز بزرگ نے کہا کہ ابوطالبؑ کے ہوتے ہوئے کسی اور کی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور خانۂ ابوطالبؑ پر تشنگانِ حیات کا مجمع ہوگیا ہو۔ عرض کیا گیا آپ اٹھ کر حرم سرا میں تشریف لے گئے اور کلید رحمتؐ کی انگلیاں تھامے باہر تشریف لائے۔

خانہ کعبہ میں آئے اور رکن سے تکیہ کرکے بیٹھ گئے۔ یہ گویا مرقع تھا توکل کا اس کے بعد اس بچے کی انگشت شہادت آسمان کی جانب بلند کی، دعا کی اور رحمت کے پروانے قحط زدہ فضا پر نمودار ہوگئے۔ آبِ زندگی برسا اور اور خوب برسا اور ابوطالبؑ نے جوش عقیدت میں ایک قصیدہ شان نبوت کے اعلان کے لئے ارشاد فرمایا جو سو اشعار سے زائد پر مشتمل ہے۔ اس قصیدہ میں آپ نے فرمایا ہے ''کیا کہنا اس نور مجسم کا جس کے روئے انور کی برکت سے ابر کرم برس پڑتا ہے جو یتیموں کی امیدگاہ اور بیواؤں کی جائے پناہ ہے، ہلاک ہونے والے جس کے دامن سے متمسک ہوکر نجات پا جاتے ہیں اور فضل خداوندی کے مرکز بن جاتے ہیں۔

اس قصیدہ کی اہمیت اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب سرور کائناتؐ نے اپنے دور میں لوگوں کی شکایت پر نزول رحمت کی استدعا کی، رداء اوڑھ کر بالائے منبر جا کر دعا کی اور اتنی بارش ہوئی کہ پانی سر سے اونچا ہوا۔ شکوہ لے کر آئے تو آپ نے فرطِ مسرت سے فرمایا کاش اس وقت چچا زندہ ہوتے اور اس واقعہ سے محظوظ ہوتے، کون ہے جو اس وقت ان کے اشعار پڑھ کر سناتے؟ اتنا کہنا تھا کہ علیؑ نے اٹھ کر فرمایا ''شاید حضورؐ ان اشعار کو سننا چاہتے ہیں'' اس کے بعد قصیدہ کے اشعار پڑھے جس سے رسولؐ کا سرور مکمل ہوا۔

ان واقعات سے پتہ چلا کہ خاندان بنی ہاشم مرجع خلائق رہا اور اسی سلسلۂ ابراہیمی اور خانوادۂ اسماعیلی سے مشکلات عالم حل ہوا کیں۔ امارت وحکومت ظاہری رہی یا نہ رہی مگر یہ خصوصیت رہی کہ مشکلات عالم کے چارہ ساز رہے اور مادی تدبیروں کی بیچارگی سے ان کے فیوض کی چارہ گری شروع ہوا کی۔ مادی ضعف روحانی قوت پر اثر انداز نہ ہوسکا، خلفاء کے دور میں بھی اس کی مثالیں موجود ہیں۔

ابوطالبؑ کا سفر شام

قریش کا قاعدہ تھا کہ تجارتی کاروبار کے سلسلے میں شام جایا کرتے تھے اور سال میں ایک بار ضرور یہ سفر ہوجایا کرتا تھا۔ اس کی تاسیس جناب ہاشمؑ کے ہاتھوں ہوئی تھی۔ قریش کے لئے سال میں دو سفر جاڑے اور گرمی کے رائج کئے تھے جن کا مقصد تمدنی واقتصادی اصلاح تھی۔ قرآن نے اس سنت ہاشمی کا تذکرہ کیا ہے اور ''رحلۃ الشتاءِ والصیف'' کا لفظ قرآن میں آیا ہے تاکہ یاد رہے کہ اصلاحی پیام ہمیشہ اس خاندان سے عالم انسانیت کو ملتا رہا ہے۔

ابوطالبؑ بھی اس سلسلے سے شام جانا چاہتے ہیں۔ رسولؐ کی عمر نو سال کی ہے، سفر طویل ہے اور منزل دشوار گذار۔ سن و سال کا خیال کرکے چاہتے ہیں کہ زمانۂ سفر کی مفارقت گوارا کریں لیکن محبت دامن گیر ہے لوگ پوچھتے ہیں محمدؐ کے لئے کیا خیال ہے؟ کس کو سپرد کرنے کا ارادہ ہے؟ بھتیجا بھی حسرت بھری نگاہوں سے چچا کو دیکھ رہا ہے۔ ابوطالبؑ فیصلہ کن الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں ''کسی کو سپرد کرنے کو میرا دل نہیں کہتا۔ میں اس کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔'' کچھ لوگ دوبارہ کہتے ہیں: ایسی سخت گرمی اور یہ سن وسال۔ آپ فرماتے ہیں: بخدا ہم دونوں کے درمیان فراق کی گنجائش نہیں، سفر ہو کہ حضر۔

سفر میں انوارِ نبوت کی تجلیاں

جناب ابوطالبؑ آنحضرتؐ کو لے کر روانہ ہوئے۔ راستے میں آنحضرتؐ کا اونٹ سب سے آگے رہتا تھا۔ گرمی جب تیز ہوتی تھی تو لکّہ ابر نمودار ہوتا تھا اور برابر سایہ فگن رہتا تھا۔ جن مقامات پر پانی نایاب ہوتا تھا، وہاں یہ ابر کرم برس پڑتا تھا اور وہ جہاں اترتے تھے وہاں حوض و تالاب پانی سے لبریز پاتے تھے اور بے آب و گیاہ وادیوں کو سرسبز و شاداب۔ ایک منزل پر ایسا ہوا کہ کچھ لوگوں کے اونٹ چلتے چلتے رک گئے۔ حضورؐ کے دستِ شفقت پھیرتے ہی وہ چلنے پر تیار ہوگئے۔ منزلیں طے ہوتی گئیں۔ یہاں تک کہ مقام ''بصریٰ'' آگیا۔ سفیرِ خدا کی سواری شامیانہ ابر کے نیچے اس مقام پر پہنچی۔ یہ ملک شام کا ایک شہر ہے۔ یہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام ''بحیرا'' تھا۔ ملت نصاریٰ کا عالم تھا اور ایک مخصوص خانقاہ میں عزلت نشین تھا۔ موروثی علم و فضل سے اس کا سینہ معمور تھا، توحید و رسالت کی تجلیوں سے دل کوہ طور تھا۔ آج کے قبل بھی یہ قافلہ اس کی نظروں سے گذرا تھا اور اسی مقام پر فروکش ہوا تھا لیکن اس نے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا تھا۔ حسب دستور آج بھی قافلہ اترا ہے، سوار اتر رہے ہیں، اترنے والے کجاوے کھول رہے ہیں، استراحت کے سامان ہو رہے ہیں کہ راہب ان میں آکر مل جاتا ہے۔ اس کی عرفانی نگاہیں صورتوں کا جائزے لے رہی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا علم اجمالی طالب تفصیل ہے۔ کچھ جانتا ہے اور کچھ اور جاننا چاہتا ہے۔ اپنے یقین کو اطمینان کی سرحد میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ تمہید کے طور پر پہلے سامان ضیافت کرتا ہے۔ نہایت الوالعزمی کے ساتھ کھانے پکواتا ہے کیونکہ اس نے اپنے صومعہ سے دیکھ لیا تھا کہ ان میں ایک بچہ ایسا ہے جس پر ابر سایہ فگن ہے۔ پھر اس نے یہ بھی دیکھا کہ وہ لوگ صومعہ کے قریب والے درخت کے نیچے فروکش ہوئے تو وہ پارۂ ابر درخت پر سایہ فگن رہا اور یہ دیکھا کہ درخت کی شاخیں بھی بڑھ کر غنچۂ رسالت پر جھک گئیں۔

ابوطالبؑ اور ان کے اصحاب کی ضیافت

کھانا تیار ہوا اور اس نے لوگوں کے پاس دعوت کا پیغام بھیجا۔ ایک قریشی نے کہا: ''شاید آج کچھ نئی بات ہے کیونکہ اس کے قبل بھی ہم ادھر سے گذرے اور اس مقام پر فروکش ہوئے لیکن ہماری طرف کوئی توجہ نہیں کی گئی' بحیرا' نے جواب دیا: آپ لوگ سچ کہتے ہیں۔ میرا آج ہی دل چاہا کہ آپ لوگوں کی ضیافت کروں۔ اس کی استدعا پر سب لوگ جمع ہوئے اور آنحضرتؐ کو کمسنی اور سامان کی نگرانی کی غرض سے اپنی جگہ پر رہنے دیا۔ سب لوگوں کے اجتماع کے بعد بحیرا نے نظر دوڑائی مگر اس کی متجسس نگاہیں درمقصود کی تلاش میں ہیں۔ جب اس نے پہچانی ہوئی شخصیت کو نہ پایا تو سمجھ لیا کہ وہی نہیں ہے جس کے لئے میں نے یہ سارا اہتمام کیا ہے کیوں کہ اس کی کرشمہ سازیاں نہیں ہیں، سرداران قریش ہیں، شیوخ قبائل ہیں، خود امیر مکہ متولی کعبہ موجود ہیں، لیکن ایک بابصیرت نصرانی ایک نو سال کے بچے کی کمی کو اتنا محسوس کر رہا ہے کہ اس کی حساس طبیعت اس کو نظر انداز کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ وہ پوچھتا ہے: ''کیا آپ لوگوں نے کسی کو پیچھے چھوڑ دیا ہے؟'' لوگوں نے جواب دیا: ''نہیں ہم سب تو ہیں کوئی بھی نہیں چھوٹا۔ بس ایک بچہ کو سامان کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا ہے۔'' بحیرا نے جواب دیا: ''کیا خوب اس کی ضرورت ہے۔ اس کا شریک دعوت ہونا ضروری ہے۔'' یتیم عبداللہ کو بلایا گیا۔ خوان پر بٹھایا گیا بحیرا نے دیکھتے ہی کہا کہ بس اس جماعت میں کوئی ہے تو وہ تم ہو۔

لوگ شکم نوازی میں مشغول ہیں لیکن بحیرا شمعِ ہدایت کی تجلیوں کے مشاہدے میں مشغول ہے۔ وہ اسم مبارک پر نبوت کی تحریر پڑھنے میں محو ہے اور اپنے وہم و خیال کی کشتی کو یقین محکم کے ساحل پر لا رہا ہے۔ بعد فراغت جب لوگ منتشر ہوگئے تو بحیرا نے آپ سے کہا کہ میں آپ کو لات و عزیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ میں سوال کروں اس کا پورا جواب دیجئے۔ بحیرا نے لات و عزیٰ کی قسم اس لئے دی تھی کہ وہ بہت سے ہمراہیوں کو اسی

قسم کو استعمال کرتے ہوئے سن چکا تھا۔

حضورؐ کا مکالمہ بحیرا سے

فرماتے ہیں: ''مجھ کو لات وعزی کی قسم دے کر کچھ نہ پوچھو۔ یہ دونوں میری نظر میں نہایت مکروہ وناپسند ہیں۔ بحیرا نے کہا: ''بہتر تو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ آپ میرے سوال کا پورا جواب دیں۔'' حضورؐ نے فرمایا: ''پوچھو۔'' بحیرا نے آپ کے خواب وبیداری اور دیگر حالات کے متعلق سوالات کئے اور آپ نے نو برس کی عمر میں تمام جوابات اس کی معلومات کے لحاظ سے دیئے جو اس کو آپ کے صفات کے متعلق پہلے سے حاصل تھے۔ اس کے بعد اس نے دوش مبارک کے درمیان مہر نبوت کا معائنہ کیا اور یہ بھی ان علامات میں سے تھا جن کا اس کو پہلے سے سمعی علم تھا۔ ابن ہشام کا قول ہے کہ یہ نشان لچھنے کے نشان سے مشابہ تھا۔ جب بحیرا علم شہودی حاصل کر چکا تو جناب ابوطالبؑ نے فرمایا: ''میرا بھتیجا ہے۔'' بحیرا نے کہا: ''ان کے والد کیا ہوئے؟ فرمایا: انہوں نے قضا کی اور ان کی ماں بھی گذر گئیں۔'' بحیرا نے عرض کی: ''آپ سچ فرماتے ہیں۔'' اب پیمانہ یقین لبریز ہو کر چھلک گیا وہ ہاتھ پکڑ کر کہہ اٹھا ''یہ تمام عالم کا سردار ہے، یہ رب العالمین کا رسول ہے، اسے اللہ تعالیٰ رحمۃ العالمینؐ کر کے مبعوث کرنے والا ہے۔

شیوخ قریش اور بحیرا کا مکالمہ

بے بصیرت مشائخ کو یہ انداز بھایا نہیں، اس سے پوچھا: ''تم کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟'' اس نے جواب دیا: کہ جب سے تم گھاٹی سے برآمد ہوئے کوئی شجر وحجر برگ وبار ایسا نہ تھا جو سربسجود نہ ہو گیا ہو اور یہ طے ہے کہ جمادات ونباتات صرف نبیؐ کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ کہ میں اس مہر نبوت سے جو سیب کے برابر ان کے شانے کے جوڑ کے نیچے واقع ہے اس راز کو جان چکا ہوں۔

رسولؐ کے بارے میں بحیرا کا حفاظتی مشورہ

بحیرا نے ابوطالبؑ سے کہا کہ اب آپ اپنے بھتیجے کو لے کر جلد اپنے شہر کی طرف واپس جایئے، ان کی نسبت یہودیوں سے ہمیشہ سے خائف رہا کیجئے، کیونکہ وہ اگر دیکھ پائیں گے تو قتل کی فکر کریں گے اس موقع پر اس نے روم لے جانے سے بالخصوص منع کیا۔

طبری ناقل ہے کہ یہ کہہ کر اس نے مڑ کر دیکھا تو وہاں سات آدمی روم کے بھیجے ہوئے موجود تھے۔ راہب نے خود ہی سبقت کر کے ان سے پوچھا: ''تم کیوں آئے ہو؟'' انہوں نے کہا: ''ہم اس لئے آئے ہیں کہ ایک نبی اس ماہ میں خروج کرنے والا ہے، ہر راستے کے ناکے پر پہرے متعین کر دیئے گئے ہیں اور ہم کو منتخب کر کے آپ کی طرف بھیجا گیا ہے۔'' راہب نے کہا کہ کیا جن لوگوں کو تم پیچھے چھوڑ آئے ہو ان میں کوئی تم سے بہتر رہ گیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں ہم ہی سب سے بہتر سمجھ کر آپ کے اس راستے پر بھیجے گئے ہیں۔ راہب نے کہا: اچھا تم یہ جانتے ہو کہ اگر خدا کسی کام کا ارادہ کرے تو کسی میں یہ مجال نہیں کہ اسے نہ ہونے دے۔ انہوں نے کہا: درست ہے اور اب وہ اس راہب کے تابع ہو گئے بلکہ اسی کے پاس ٹھہر گئے۔ طبری ناقل ہے کہ جب تک اس نے آنحضرتؐ کو واپس نہیں کر لیا ابوطالبؑ کا دامن نہ چھوڑا۔

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب اس راہب نے غیر معمولی مشاہدات کئے تو اس نے صرف حضورؐ کے لئے دعوت کا انتظام کیا اور پوچھا ان کا نگراں کون ہے؟ جناب ابوطالب نے فرمایا: ''میں ان کا چچا ہوں'' اس نے پوچھا کہ ان کے تو بہت سے چچا ہیں: آپ ان میں سے کون ہیں؟ جناب نے فرمایا میں اس کے والد کا حقیقی بھائی ہوں ''بحیرا'' نے پہچان کر کہا: ''یقینا یہ وہی ہیں جن کو میں سمجھ رہا ہوں کیا آپ مجھ کو اجازت دیتے ہیں کہ میں ان کی خدمت میں دعوت کی استدعا کروں'' ابوطالب نے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں۔'' یہ کہہ کر آپ بھتیجے سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: ''بیٹا یہ تمہاری تواضع کرنا چاہتے ہیں تم

قبول کرو۔ بس اب وہ وقت آ گیا کہ نبوت کی تجلیوں سے حاضرین کے قلوب کو منور کیا جائے۔'' اور خلق عظیم کے کرشموں سے ازلی نبوت کا ثبوت پیش کیا جائے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ صرف میری دعوت، میرے ساتھیوں کی نہیں'' بحیرا نے عرض کیا: ''میں نے تو صرف آپ ہی کی دعوت کا انتظام کیا ہے۔'' آپ نے فرمایا: ''میں تو بغیر ان حضرات کے کھانے کا نہیں۔ ''بحیرا'' نے اپنی عاجزی کا مظاہرہ کیا اور کہا کہ اس سے زائد کی گنجائش نہ تھی۔ ابوطالبؑ کے بھتیجے نے فرمایا: ''خیر تم یہ تو اجازت دیتے ہو کہ یہ لوگ میرے ساتھ شریک طعام ہوں اس نے عرض کی: ''میری جانب سے ممانعت نہیں۔'' بس آپ نے سب کو شریکِ طعام کر لیا۔

اعلانِ رسالت کے بعد دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر تو چالیس آدمی تھے۔ یہاں ایک سوستر افراد ہیں لیکن چونکہ اب ابوطالبؑ کا بھتیجا میزبان ہے اس لئے دوست و دشمن سب کی گنجائش ہے۔ اپنے پرائے سب سیر ہوکر کھاتے ہیں۔ بحیرا کھانے کی قلت اور کھانے والوں کی کثرت دیکھ رہا ہے اور انگشت بدنداں ہے لیکن یہ نہیں کہتا کہ معاذ اللہ محمدؐ نے خوب جادو کیا کہ تھوڑے کھانے میں بڑی جماعت کو سیر کر دیا۔ اس کا پیمانہ دل یقین کی شراب سے لبریز ہوا جاتا ہے کیونکہ وہ اس خوان کرم سے الگ نہیں ہے بلکہ بہ نسبت اوروں کے زیادہ کھا رہا ہے، البتہ غذا کی رغبت بدلی ہوئی ہے۔ اسی لئے دوسروں سے قبل وہ سیر ہوا جاتا ہے۔ کبھی سر کے بوسے لیتا ہے، کبھی شانوں کے۔ بار بار کہہ اٹھتا ہے کہ مسیح کے رب کی قسم یہی ہیں، یہی ہیں۔

اس سفر کے بعد آپ نے کامل جوان ہونے تک پھر سفر نہیں کیا اور نہ ابوطالبؑ آپ کو کہیں سفر میں لے گئے جس سے مقصد صرف دریتیم کی نگہداشت تھی۔

ابوطالبؑ کی حمایت میں نبوت کا شباب

سن شباب کے ساتھ جب حضرت نے معاش کی طرف توجہ فرمائی تو آپ کو دس حصوں میں سے نو حصے رزق حلال تجارت میں نظر آیا۔ یہ موروثی چیز تھی نبی اسمٰعیل اور قریش ہمیشہ تجارت پیشہ رہے۔ ''قصیٰ'' کے وقت سے تجارت کے اقدامات ہوتے رہے اور ہاشمؑ کے دور میں وہ تدبیریں کامیابی کے نقطۂ کمال تک پہنچیں یہاں تک کہ دیگر ممالک کے سلاطین نے اور دیگر اقوام نے تجارِ قریش کو پروانۂ راہ داری لکھے، معاہدے ہوئے اور اس کی اطلاع عام کرائی گئی۔ ہاشمؑ کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ حضورؐ کو بھی اس سے بہتر دوسرا پیشہ نظر نہیں آیا۔ اس شعبہ میں قدم رکھتے ہی امانت وصداقت کے علمبردار تسلیم کر لئے گئے، دیانت وامانت صفائی معاملات شہرہ آفاق ہوگئی، تمام تجار و کاروباری لوگ خوش معاملگی کے گرویدہ ہوگئے۔ گویا یہ معاملاتِ تجارت رسالت کے لئے تمہید کی صورت رکھتے تھے۔ بصرہ وشام کا سفر بھی بغرض تجارت کیا۔ دیگر تجارتی مرکزوں کو بھی شرف بخشا رجعاشہ کا سالانہ بازار بھی آپ کے قدموں سے رشکِ آسمان بنا۔ صداقت وامانت کا نتیجہ تھا کہ ہر شخص آپ کو اپنا کاروبار سپرد کرنے کا آرزومند تھا۔ جناب خدیجہؑ پر آپ کی غیر معمولی دیانت وصداقت کیسے مخصوص رہتی۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں یہ پیام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال لے کر شام جائیں تو اوروں کے مقابلہ میں دونا معاوضہ دوں گی۔ حضورؐ نے منظور فرما لیا اور مال تجارت لے کر ''بصریٰ'' تشریف لے گئے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں ''بحیرا'' کے ہاتھوں آپ کو خراج عقیدت مل چکا تھا، جہاں بے بصیرت قریش نے محسوس کیا تھا کہ ہم سے زیادہ اس راہب کو ابوطالبؑ کے بھتیجے کی معرفت ہے۔

عقد سرورِ عالمؐ ابوطالبؑ کی قیادت میں

اس مرتبہ شام کا سفر یوں نتیجہ خیز ثابت ہوا کہ جناب خدیجہ کا گوہر عقیدت دل کے خزانہ سے زبان کی سطح پر آ گیا جب آپ نے 'بصریٰ' سے واپس ہوکر اصل ونفع پیش کیا تو اس کے تین مہینے بعد ام المومنین نے حضورؐ کی بارگاہ میں پیام عقیدت بھیجا۔ اس وقت عرب کی تہذیب کے لحاظ سے عورتوں کو یہ آزادی حاصل تھی کہ وہ مراحل عقد طے کر سکتی تھیں اور اسلام نے عورتوں کو یہ حق

دے،ہی رکھا ہے۔یہی وجہ تھی کہ خدا کے حبیبؐ نے چچا ابوطالبؑ کی منظوری کے سوا کوئی اور کمی محسوس نہیں کی۔ حضورؐ نے اپنی پھوپھی جناب صفیہ خاتون کو مطلع کیا۔ انہوں نے اپنے برادر ابوطالبؑ سے مشورہ کیا اور معاملہ پختہ کرنے کے بعد کنیزوں کے ہمراہ خدیجہؑ کے مکان پر پہنچیں انہوں نے تعظیم کی اور دلی تمنا کا اعادہ کیا۔صفیہ چلنے لگیں تو خدیجہؑ نے ایک کشتی میں خلعت حاضر کیا۔صفیہ نے واپس ہوکر بھائی سے ماجرا بیان کیا۔ابوطالبؑ نے رسولؐ کو لباس سے آراستہ کیا، زلفوں میں شانہ کرایا؛ دوش پر عبا ڈالی، سر پر عمامہ رکھا، اپنے اور بھائیوں، بیٹوں کو آواز دی، سب ساتھ ہوئے خویلد کے گھر شان سے پہنچے۔انہوں نے سب کو کھانا کھلایا۔بعد فراغ ابوطالبؑ نے دلی مقصد بیان کیا۔خویلد نے منظور کیا۔ ابوطالبؑ گھر آئے۔ تاریخ عقد مقرر ہوئی۔ ابوطالبؑ نے صفیہ سے کہا کہ اپنے فرزند کو لباسِ فاخرہ پہناؤ۔ صفیہ نے ماں کے اور ابوطالبؑ نے باپ کے فرائض انجام دیئے۔صفیہ نے غسل دیا، زلفیں سنواریں، پیراہن خلیلؑ گلے میں ڈالا، سرخ عمامہ سر پر باندھا، عصائے شعیبؑ ہاتھ میں، نعلین مصری پیر میں۔ زنانِ قریش و ہاشم جمع ہوئیں، سرداران قریش برہنہ شمشیریں دوش پر رکھ کر گرد و پیش۔ اس طرح حضرت روانہ ہوئے خویلد اور ورقہ ابن عم خدیجہؑ مراسم پیشوائی بجالائے۔مسند زرنگار پر نبوت جلوہ افروز ہوئی۔ ابوطالبؑ نے خطبۂ نکاح تلاوت کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا نے ہم کو ذریت ابراہیمؑ اور نسل اسمٰعیلؑ میں پیدا کیا اپنے حرم کا نگہبان بنایا۔ یہ میرا بھتیجا محمدؐ میرے بھائی عبداللہ کی یادگار فضل و شرف میں لاثانی ہے۔گو مال میں کم ہے تو مال دنیا چلتی پھرتی چھاؤں ہے، ان کی وہ ذات ہے جس کی رفعت کا آئندہ انکشاف ہوگا یہ خدیجہؑ بنت خویلد سے عقد کر رہے ہیں جن کے مہر کی مقدار یہ ہے۔

ابوطالبؑ کی سرداری دولت کی ممنون نہیں

باوجود ناداری کے صرف اپنی قابلیت اور مکارم اخلاق کی وجہ سے تمام قریش کے سردار مان لئے گئے آپ نے اپنے اوپر فقراء و مساکین اور مسافروں کی ضیافت لازم کرلی تھی۔مہمانوں کو اپنے مہمان خانے میں ٹھہراتے اور ان کے کھانے پینے کا پورا انتظام کرتے تھے۔ جب موسم حج گذر جاتا تھا، ان بڑے بڑے پیالوں کا تذکرہ اور ان بڑی بڑی دیگوں کا بیان جن میں ان کی دعوتیں کی جاتی تھیں تمام عرب میں ہوتا رہتا تھا۔

اپنی شادی کے موقع پر جو دعوت ولیمہ آپ نے کی وہ یادگار زمانہ ہے۔آپ کی شادی چچازاد بہن فاطمہؑ بنت اسد سے ہوئی تھی۔اس وقت آپ کا خطبہ یہ کہہ رہا تھا کہ اس خدا کے لئے دنیا کی سب خوبیاں مخصوص ہیں جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے جو عرش عظیم، مقام کریم، مشعر و حطیم کا رب ہے۔وہ خدا جس نے ہم کو سید و سردار کی حیثیت سے منتخب کیا، ہم کو عارفین مخلصین میں شمار کیا اور پیشرو بنایا، ہم کو فحش و شک اور تمام عیوب سے محفوظ رکھا۔اس نے ہمارے لئے مشاعر قائم کئے، ہم کو قبائل عالم پر فضیلت دی۔ہم خلاصۂ خاندانِ ابراہیمی، جوہر صفوتِ خلیلی ہیں، حضرت اسمٰعیل کی کھیتی ہیں۔ہم نے فاطمہؑ بن اسد سے شادی کی ان کا مہر ادا کردیا اور امرِ تزویج نافذ کردیا۔

حاضرین بزم! آپ لوگ اس بات کو دریافت کرلیں اور عقد کے گواہ بنیں۔اس کے بعد آپ کے چچا جناب اسد نے جواب دیا کہ ہاں ہم نے اپنی بیٹی فاطمہ سے تمہاری تزویج کردی اور اس بات پر راضی ہوئے۔ اس کے بعد جناب ابوطالبؑ مسلسل سات روز تک دعوت ولیمہ کرتے رہے اور سارا عالم کھاتا رہا۔اس کا تذکرہ امیہ بن صلت نے اپنے اشعار میں کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوطالبؑ نے اپنی شادی کی دعوت ولیمہ سے ہم لوگوں کو ڈھانپ لیا اور نہایت خلق و محبت کے مظاہرات اس شادی میں سامنے آئے۔انہوں نے تمام مہمانوں کی دعوت کی سوار ہوں یا پیدل سب لوگ سات روز تک اس دعوت سے فیض پاتے رہے۔

ابوطالبؑ کا ادبی کمال

آپ کا ادبی کمال بھی نقطۂ عروج پر پہنچا ہوا تھا جس کے

ثبوت میں آپ کے اشعار موجود ہیں جن سے تبلیغ اسلام اور محبت رسولؐ کے جذبات کا پتہ چلتا ہے۔

اپنے بھائی حمزہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے موقع پر فرماتے ہیں: اے بھائی! آپ دین احمدؐ پر ثابت قدم رہیں اور استقلال کے ساتھ اظہار اسلام کرتے رہیں۔ خدا آپ کو عزم وثبات کی توفیق عنایت کرے۔

جب قریش جناب ابوطالبؑ کے پاس آکر کہتے تھے کہ آپ محمدؐ کو اس نئی بات سے روکیں، وہ ہمارے دین کو برا سمجھتے ہیں تو آپ رسولؐ سے فرماتے تھے اور شعر پڑھتے تھے جس کا مطلب یہ ہے کہ بخدا یہ لوگ تم تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میری جان میں جان ہے اور میں دفن نہیں ہوتا۔

جب کفار کے عہد نامہ پر خدا نے دیمک مسلط کر دی اور وہ دفتر بے معنی کی طرح اس کو چاٹ گئی تو جناب ابوطالبؑ نے قریش کو آگاہ کیا اور فرمایا کہ اس میں بس نام خدا باقی ہے۔ ان منکرین نے نہ مانا تو آپ نے ان کے ظلم وضد کے متعلق اشعار ارشاد فرمائے۔ جن میں سے بعض کا مفہوم یہ ہے کہ عہد نامہ کی سرگذشت مقام عبرت ہے۔ جب بے خبر کو اس کی خبر دی جاتی ہے، تو وہ آئینہ حیرت ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اس عہد نامہ کی کفر وعناد کی باتوں کو خدا نے محو کر دیا اور ایک مجسمۂ صداقت کے خلاف جو کچھ زہر اگلا گیا تھا نقش برآب ہو کر رہ گیا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مخالفین کی ساری باتیں باطل ثابت ہوئیں اور جو بھی خباثت کی باتیں گڑھے گا دروغ باف ہوگا۔

ابوطالبؑ کی جانب سے تبلیغ کی ترغیب

ایک موقع پر آپ نے حضورؐ کو اس شعر کے ذریعہ سے کارِ تبلیغ کے جاری رکھنے کی ترغیب دی جس کا ماحصل یہ ہے: بیٹا جاؤ اپنا کام کرتے رہو، کوئی ڈرنے کی بات نہیں، نہایت اطمینان سے دعوتِ حق میں سرگرم رہو، خوش رہو۔

ایک موقع پر آپ نے یہ اشعار پڑھنے شروع کئے اور درمیان میں رسولؐ کی طرف ہاتھوں سے اشارہ کرتے جاتے تھے، فرماتے ہیں: بیشک تم خدا کے رسول محمدؐ ہو، نورانی صورت بلند مرتبہ سردار ہو، تمہارے ماں باپ بھی پاک اصل عالی نسل ہیں، وہ خود طیب، مقام ولادت بھی طیب فرماتے ہیں، کس قدر نجیب ہے یگانۂ روزگار ہاشم کی نسل اور اصل جنہوں نے اس وقت بڑے بڑے پیالوں میں شوربے کے ساتھ روٹی بھگو کر کھلائی جبکہ قحط کی وجہ سے اہل مکہ جاں بلب تھے۔ اسی وقت سے یہ طریقہ رائج ہو گیا کہ مہمانوں کے لئے بڑے بڑے پیالوں میں روٹی بھگوئی جاتی ہے۔ اس کے بعد خدمت حرم کے خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہیں۔

خانہ کعبہ کے حاجیوں کو سیراب کرنا ہمارے ہی متعلق ہے، جس میں زبیب ملا دیا جاتا ہے۔ ''مازمان'' یعنی تنگ نائے مکہ ومنیٰ ہمارے ہی ہیں اور عرفات ومسجد بھی غیر کے نہیں ہیں۔ میرے فرزند! کیا تم پر کوئی ظلم کر سکتا ہے جب تک کہ بے نظیر بہادر میں موجود ہوں۔ کیا مکہ کے نشیبوں میں بغیر سیاہ خون جمے ہوئے، تمہارے بہادر بھائیوں کے ہوتے ہوئے جن میں کا ایک ایک شیر نیستان جنگ ہے، کیا یہ کفار تم پر ظلم کر سکتے ہیں۔

اے خدا کے سفیر! تمہاری زبان ہمیشہ حقیقت کی ترجمان رہی اور جادۂ صدق وصفا سے کبھی تمہارا قدم نہیں ہٹا۔ فرماتے ہیں: یہ آج کی بات نہیں ہے دورِ طفولیت میں بھی تم ہمیشہ صادق القول رہے۔

عثمان بن مظعون کے اسلام پر ابو طالبؑ کی حمایت

جب عثمان بن مظعون کو شاہراہ حق اختیار کرنے پر قریش نے اذیتیں دیں، اور ضرب شدید پہنچائی تو آپ کے حق نواز جذبات برانگیختہ ہوئے، کچھ اشعار ارشاد فرمائے جن میں آپ نے ان مظالم کا تذکرہ کیا ہے اور مظلوم کو صبر وثبات کی ترغیب دی ہے۔ اور اس ضمن میں ارباب نظر کے لئے اپنے عقائد پر روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

کیا تم اس بے وفا زمانہ کے سلوک پر گرفتہ خاطر ہو اور

حزن وملال کو دل میں جگہ دیتے ہو؟ یہ تو اس کی طینت ہے یا تم ان دیوانوں کے حرکات سے رنجیدہ ہو جو ہدایت یافتہ لوگوں پر ظلم کرنا اپنا ایمان سمجھتے ہیں۔ ان کے اخلاق کا تو عالم یہ ہے کہ فواحش کو ہنر سمجھتے ہیں اور حیلہ سازی کو کمال انسانیت جانتے ہیں۔ خدا ان کو ہمیشہ ذلیل کرے۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ہمارا غیظ وملال عثمان بن مظعون پر مظالم کے سلسلے میں ہے۔ کس قدر ان سے بربریت کا مظاہرہ ہو رہا تھا جبکہ وہ درندے ان کو طمانچے مار رہے تھے اور آنکھ کا ذرا بھی خیال نہ تھا اور ان کی زدوکوب شدید اور مسلسل تھی۔

ابوطالبؑ فرماتے ہیں: اگر میں مر نہ گیا تو بہت جلد اس کا انتقام لے لوں گا اور یہ پیمانۂ انتقام اسی طرح لبریز ہوگا جیسے ان کا پیمانۂ ظلم، اور اس اقدام میں گھاٹے میں نہ رہوں گا۔ میرے یہ اقدامات اس وقت تک جاری رہیں گے جب تک کہ وہ اپنے کرتوت سے باز نہ آجائیں اور سرِ مذلت خم نہ کریں۔ ان ظالمانہ اقداموں کا جواب دینے کو میرے پاس صاعقہ بار اصیل تلوار موجود ہے۔ یہ تلواریں لہو چاٹ چاٹ کر بالکل نمکین ہوگئی ہیں اور دماغی امراض کے دور کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتی ہیں۔ میری جانب سے یہ شمشیر زنی اس وقت ہوتی رہے گی جب تک کہ بد دماغ لوگ اصلاح دماغ کا اقرار نہ کرلیں اور مزاج ٹھکانے نہ ہوجائیں، یا ایک صورت اور ہے وہ یہ کہ کتاب خدا پر ایمان لے آئیں جو خزانہ عجائب ہے اور موسیٰؑ و ذوالنونؑ ایسے نبی پر اتری ہے۔ وہ نبی ایسا ہے جو نور حق ہمارے لئے لایا، جس کی تعلیم میں کوئی ناہمواری نہیں، جس کی حقانیت وصداقت کے محکم شواہد موجود ہیں۔

پیغمبر کی جان نثاری میں ابو طالبؑ کا قصیدہ لامیہ

تبلیغ کے سلسلہ میں دو تین سال تک تو رازداری سے کام لیا گیا۔ لیکن جب یہ حکم ہوا کہ اپنے قریب والوں کو دعوت وہدایت دو اور مناسب طریقے سے راہ راست کا دستور پیش کرو تو آنحضرتؐ نے سب کو کھانے پر بلایا۔ جناب ابوطالبؑ نے اشاعت حق کے لئے خود اپنا مکان پسند کیا۔ تھوڑے کھانے سے بڑی کھانے والی جماعت کو سیر کرکے طاقت بشری سے بالاتر معجزہ دکھلایا اور اس محیر العقول کارنامہ کے بعد اٹھ کر فرمایا کہ اگر میں آپ لوگوں سے کہوں کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک جرار فوج آرہی ہے تو کیا آپ لوگ یقین کریں گے؟ اس مثال سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ اسلام کی خصوصیت ایمان بالغیب ہے، نہ دیکھی ہوئی چیز کا یقین کرنا۔ مشاہدات کے لئے نہ سفارت کی ضرورت، نہ صداقت کی، نہ اس کا یقین کرنا، کوئی قابل ذکر امر ہے۔ سب نے جواب میں کہا کہ بہر حال آپ صادق ہیں لہذا ہم اس کو بھی سچ ہی سمجھیں گے۔ اس اقرار کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت ایک ایسا بے بہا پیام آپ لوگوں کے سامنے پیش کرنے کھڑا ہوا ہوں جس کی نظیر آج کے قبل نہیں ہے اور وہ خدا پر ایمان لانا جو وحدہ لاشریک ہے اور دیگر معبودوں کا انکار، یہ سن کر ابولہب نے شرارت شروع کردی۔ کہا کہ تمہاری بربادی ہو اسی لئے ہم کو جمع کیا تھا۔ بربادی کے جواب میں قرآن سورہ لہب پیش کررہا ہے۔ اس روز مجمع درہم برہم ہوگیا۔ پھر حضورؐ نے امیرالمومنین علیہ السلام کو حکم دیا کہ دعوت کا انتظام کرو چنانچہ آپ نے تعمیل کی اور وہی محیر العقول کرشمہ ظہور میں آیا۔ اس کے بعد حضرتؐ نے فرمایا کہ میں دنیا وآخرت کی فلاح کا پیام لے کر آیا ہوں اور خدا نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ آپ لوگوں تک اس پیغام کو پہنچا دوں۔ اب بتائیے کون میرا ساتھ دے گا؟ مجمع کھانے کی دعوت پر بار بار جمع ہوجاتا ہے مگر کھلانے والے کے اصلی مقصد کے جواب میں خاموش ہوجاتا ہے۔ اس وقت شمع رسالت کا پروانہ اپنے الوالعزمانہ حوصلے کے ساتھ اٹھ کر یہ کہتا ہے کہ میں نوعمر سہی، دبلا پتلا سہی لیکن تصدیق وتائید کے لئے حاضر ہوں۔ اس مظاہرے کے شکرانے میں پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اب آپ لوگ اس نوعمر کی اطاعت کریں۔ اس پر مجمع نے قہقہہ لگایا اور ابوطالبؑ سے مذاق کے انداز میں کہنے لگے کہ تم کو بھی پابند کردیا۔ بس آج سے اپنے

بیٹے کی اطاعت کیا کرو۔ یہ لوگ تو اس کو مذاق میں ٹال لے گئے لیکن جہری تبلیغ کی بنیاد پڑ گئی اور آپ نے کوچہ و بازار، مجلس و محفل کو توحید کی تبلیغ سے معمور بنا دیا۔ توحید کے ساتھ اخلاق رذیلہ کے ترک کرنے کی طرف بھی ترغیب دی۔

قریش ان باتوں کے کہاں متحمل تھے! وہ اجتماعی حیثیت سے ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اب تم اپنے بھتیجے کو سمجھا لو، اس تحریک سے وہ باز آئے۔ ابوطالبؑ نے لطف و مدارات سے کام لے کر ان کو واپس کر دیا۔

رسولؐ کے عزم واستقلال نے قریش کو یقین دلایا کہ یہ آسانی سے اپنی تحریک نہ چھوڑیں گے، نہ ابوطالبؑ ان سے مقاطعہ کریں گے، تو ایک انوکھی بات سوچی۔ عمارہ بن ولید کو لے کر ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہا کہ لو یہ خوبصورت شریف نوجوان ہے، اس کو اپنے بھتیجے کے بجائے لے لو اور اس کو ہمارے حوالے کر دو۔ اس مشورہ سے زیادہ حماقت آمیز بات کیا ہوگی؟ جناب ابوطالب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ایسے برے مشورہ پر عامل نہیں ہوسکتا۔

نوفل بن عبد مناف کا پوتا مطعم جو صاحب اقتدار تھا کہنے لگا کہ قوم تم سے منصفانہ برتاؤ کرنا چاہتی ہے مگر تمہارے رویہ سے اب وہ مجبور ہوکر وہی کچھ کرے گی جو تم کو ناپسند ہے۔ ابوطالبؑ نے اس زہرہ گداز، شکیب آزما مخالفت کے موقع پر جواب میں فرمایا کہ کیا قوم کا میرے ساتھ یہی انصاف ہے اور اے مطعم اب تو میری دوستی ختم کر کے میرے مقابلہ میں قوم کی ہواخواہی کے لئے تیار ہوا ہے۔ جا، اب تجھ سے جو کچھ بن پڑے، اس میں کمی نہ اٹھا رکھنا۔

رسولؐ کی حمایت میں ابوطالبؑ کا مثالی کارنامہ

ابن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ ابوطالبؑ نے آنحضرتؐ کو بلایا اور انہیں لوگوں کے سامنے فرمایا: جانِ عم اب تمہاری قوم اس انصاف پر اتر آئی ہے۔ آنحضرت نے اس کے جواب میں وہی کلمہ فرمایا، جو درحقیقت امن وصلح کی کلید ہے کہ آپ لوگ پیام توحید کو قبول کریں۔ بس اس حق کا آنا تھا کہ وہ باطل نواز یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے کہ اپنے خداؤں پر سختی سے جمے رہو بس ہمارا یہی مدعا ہے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں کی گئی بلکہ مستقبل کے متعلق یہ خوفناک ہمت شکن کلمات چلتے چلتے کہتے گئے کہ اب دوبارہ تمہارے یہاں نہ آئیں گے۔ اس سے بہتر کوئی صورت نہیں ہے کہ دھوکہ سے اس کو قتل کر دیں۔

دوسرا دن غروب ہوا اور دیر تک چچا اور بھتیجے کو نہ دیکھا۔ ان کے ارادوں سے آگاہی کی بنا پر خیال یہی ہوا کہ ایسا تو نہیں کہ کفار نے قتل کر دیا ہو۔ فوراً بنی ہاشم کے نوجوان کو جمع فرمایا اور حکم دیا کہ تم میں سے ہر ایک تیز تلوار لے کر میرے ساتھ چلے اور جب مسجد الحرام میں داخل ہوں تو ایک ایک سردار کے پاس تم میں سے ہر ایک جا بیٹھے۔ خصوصاً مجسمہ جہالت ابوجہل کے پاس اور موقع پا کر قتل کرنا شروع کر دے۔ نوجوانوں نے سرتسلیم خم کیا ۔ابھی ابوطالبؑ تیاری میں مشغول تھے کہ زید بن حارث ادھر سے گذرے اور ابو طالبؑ کی پریشان حالی دیکھ کر رکے۔ ابوطالبؑ نے پوچھا: زید! میرا بھتیجا کہاں ہے؟ زید نے کہا وہ ابھی میرے ساتھ تھے اور انہیں کے پاس سے میں آرہا ہوں۔ ان کلمات کے بعد مطمئن ہو بیٹھنے میں حرج نہ تھا، مگر جانباز چچا کو اطمینان نہیں ہوا، فرمایا جب تک کہ میں اپنے در یتیم کو دیکھ نہ لوں گا گھر نہ جاؤں گا۔ زید لپکتے ہوئے حضورؐ کے پاس پہنچے اور واقعہ بیان کیا آپ فوراً چچا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یعقوبؑ نے یوسفؑ کو پایا۔ ارشاد ہوا بس گھر چلو، صبح کو ابوطالبؑ گھر میں گئے پیغمبر کو ساتھ لیا قریش کے مجمع میں پہنچے ہاشمی و مطلبی جوان مسلح ہمراہ ہیں۔ اشرافِ قریش کو مخاطب کیا اور فرمایا: تمہیں معلوم ہے کل میرا کیا ارادہ تھا، ان غافلوں نے جواب دیا: نہیں۔ ابوطالبؑ نے قلبی عزائم سے باخبر کر کے کہا: نوجوانو، تمہارے پاس جو کچھ ہے کھول کر دکھا دو۔ شمع رسالت کے پروانوں نے پوشیدہ شمشیریں برہنہ دکھا دیں۔ ابوطالبؑ نے فرمایا: خدا کی قسم

اگر تم ان کو قتل کر دیتے تو ایک بھی زندہ نہ چھوٹتا، یہاں تک کہ ہم دونوں فنا ہو جاتے۔ امیر حرم کا یہ بلند بانگ اعلانِ نصرت صنادید قریش کو بھگا کر رہا۔ سب اٹھ کر بھاگے، جن میں سب سے تیز ابوجہل کے قدم اٹھ رہے تھے۔

ابو طالبؑ کا قصیدہ لامیہ

اس کے بعد ہی ابو طالبؑ نے ایک قصیدہ لکھا جو سو اشعار سے زائد پر مشتمل ہے اور ان میں سے بعض کا اشعار کا تذکرہ ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغہ میں کیا ہے۔ علامہ دجلانی نے لکھا ہے کہ یہ قصیدہ ان کے ایمان و یقین پر واضح دلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ابن کثیر نے اس کی تعریف میں کہا ہے کہ یہ قصیدہ بے حد بلیغ ہے اور کوئی اس کی مثال نہیں پیش کر سکتا بلکہ معلقات سبعہ سے بہتر و بلند تر ہے۔ اس کے بعد اشعار کا مفہوم درج کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

قریش کی دلی تمنا یہ ہے کہ ہم ترک وطن کریں۔ اے قریش! تمہاری یہ آرزو غلط ہے۔ حرم کی قسم، ہم کبھی اس سرزمین سے جدا نہ ہوں گے۔ تمہارا جس قدر دل چاہے جلو اور کڑھو۔ کیا ہم محمدؐ کو بغیر مقابلہ کے تمہارے حوالہ کر دیں گے۔ یاد رکھو، یہ اس وقت ہوگا جب ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے، ہماری خواتین تک قربان ہو جائیں گی۔ سمجھ لو! اگر تمہاری یہی روش رہی تو تمہاری گردنیں ہوں گی اور ہماری تلواریں۔ تم لوگوں کی حالت سخت قابل تعجب ہے کہ تم اپنے سچے محافظ، ہمدرد، کریم النفس کو چھوڑ رہے ہو جس کے وسیلے سے بارش کی دعا کی جاتی ہے، جو یتیموں کا والی اور بیواؤں کا سرپرست ہے۔ ہم ممتاز ہاشمی ہیں، حرم اور حاجیوں کی خدمتیں ہم سے متعلق ہیں، کلید کعبہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ ہم وہ ہیں کہ کبھی کسی کا خوں بہا ہم کو دینا نہیں پڑا، نہ ہم نے کسی نا کردہ خطا کو قتل کیا، نہ مصیبت کے وقت ہم ذلیل لوگوں کے حلیف ہوئے۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھ کو احمدؐ سے بے حد محبت ہے، میں اس کا سچا جاں نثار ہوں۔ خدا ان کو دنیا کے لئے رحمت قرار دے اور دنیا والے اپنی مشکلات کے حل کے لئے ان کو اپنا مولا بنائیں۔ کوئی باخبر ان کا مثل نہیں اور اس کا ولی ایسا معبود ہے جو اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں۔ وہ ایسا ممتاز ہے کہ ہر بلند کی بلندی اس کے آگے پست ہے۔ اس کی حفاظت کے لئے ہم نے اپنے سینوں کو سپر اور جانوں کو آڑ بنالیا ہے۔ خدا ہی اس کو اپنی تصرف و حمایت میں رکھنے اور اس نہ مٹنے والے دین کو غالب کرے۔

بنی ہاشم سے مقاطعہ کے وقت ابو طالبؑ کی نظم

جب قریش نے پیغمبرؐ اور بنی ہاشم سے مقاطعہ کیا اور اس بارے میں عہد نامہ لکھ کر دستخط کئے تو آپ نے نظم کی صورت میں کچھ اشعار ارشاد فرمائے۔ یہ تمام اشعار تو سیرت ابن ہشام میں موجود ہیں۔ یہاں بعض کے مفہوم عرض کرتا ہوں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمدؐ کو ویسا نبی پایا جیسا موسیٰؑ کو پایا تھا جن کا تذکرہ ماسبق صحیفوں میں موجود ہے۔

اور جو تم یہ عہد نامہ لکھے بیٹھے ہو تمہارے لئے بالکل بیکار ثابت ہوگا۔ ہوش کے ناخن لو، غفلت سے چونکو، موت سے پہلے اور قبل اس کے کہ غیر مجرم، مجرم قرار دیا جائے، گمراہوں کی متابعت نہ کرو اور باہمی حجت و قرابت کے تعلقات منقطع نہ کرو۔ جنگ کی چنگاری کو ہوا نہ دو، کیوں کہ بسا اوقات اس کے نتائج تلخ برآمد ہوتے ہیں۔ خدائے کعبہ کی قسم، ہم احمدؐ کو سختیوں کے حوالے نہ کریں گے۔ جس قدر بھی زمانہ تنگی و سختی ہم پر نازل کرے اور مصائب سے ہم کو دو چار ہونا پڑے۔ ہم جنگ سے تھکتے نہیں اور نہ حرف شکایت زبان پر لاتے ہیں بلکہ نہایت اولو العزمی سے جنگ کی سختیوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ ہم اس وقت ثابت قدم رہتے ہیں جب ہتھیار بند بہادروں کی روحیں تھرّا کر پرواز کرتی ہیں۔

ابو طالبؑ کی نظم تصدیق رسول کے متعلق

مورخ ابوالفداء نے جلد اول میں اس نظم کو درج کیا ہے اور کہا ہے کہ ان کی تصدیق رسالت پر کامل دلیل ہے۔ فرماتے ہیں:۔ بخدا قریش اپنی جماعت سمیت تم تک نہیں پہنچ سکتے جب تک میں زیر زمین نہیں چلا جاتا۔ اے محمدؐ بلا رو رعایت جو کچھ تم

کو خدا کا حکم ہے اعلان کرو اور اس کام کو خنک چشمی اور اطمینان قلبی کے ساتھ انجام دو! اے احمدؐ! تم نے مجھ کو دعوت دی اور مجھے تمہاری صداقت و امانت کا یقین محکم ہے۔ مجھ کو بالکل یقین ہے کہ شاہراہ محمدؐ تمام راہوں کے بہ نسبت بہترین ہے اور دین احمدؐ مذاہب عالم کے بالمقابل کامل تر ہے۔

ابو طالبؑ کی نظم خاندانی رفعت کے متعلق

سیرت ابن ہشام میں یہ اشعار درج ہیں اور علامہ دجلانی نے اس نظم کو ان کا شاہکار شاعری قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ نظم بھی تصدیق نبوت کی دلیل محکم ہے۔ نظم کا مفہوم یہ ہے۔ اشراف قریش اگر کسی موقع پر فخر و مباہات سے بزم آرائی کریں تو عبد مناف کی نسل میں شرافت و نجابت کا چرچا ہوگا تو ہاشم و بنی ہاشم اصیل نکلیں گے۔ اور بنی ہاشم اگر فخر و ناز کریں تو محمد مصطفیؐ ہی کی ذات مخزن فضل و شرف ثابت ہوگی۔ قریش نے ہمارے مقابل رطب و یابس سب ہی کچھ دعوے کئے لیکن کامیابی نصیب نہ ہوئی اور ان کی عقلیں بتا گئیں ہم پہلے ہی ظلم نہیں سہہ سکتے تھے تو بس جب وہ کج خرام ہوئے ہم نے ان کو سیدھا کر دیا۔ ہم حرم کعبہ کے حامی و نگراں ہیں اور اس کی طرف نظر بد سے دیکھنے والوں کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں۔

ابو لہب کو نصرت رسولؐ کی ترغیب

ابو طالبؑ کی یہ نظم اس وقت کی ہے جب آپ نے ابولہب کی ہدایت کرنی چاہی۔ اس کو ابن ہشام نے اپنی سیرت میں درج کیا ہے۔ فرماتے ہیں: اے ابولہب کبھی ایسا کام نہ کرو جس کی وجہ سے زندگی بھر عرب کے میلوں، محفلوں میں تم کو گالیوں سے نوازا جائے۔ میں ابولہب کی نصیحت کرتا ہوں حالانکہ وہ میری نصیحت کیا مانے گا کہ رسولؐ کی برابر مدد کرتے رہو۔ اپنی عاجزی کا بیکار مظاہرہ نہ کرو کیونکہ تم عاجز نہیں پیدا کئے گئے۔

علیؑ و جعفرؑ کو ترغیب نصرت

اس نظم کی بابت ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ کی تیسری جلد میں تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ ابو طالبؑ نے رسولؐ کو تلاش کیا۔ حضرت نہ ملے تو خوف ہوا کہ کہیں قریش نے گرفتار نہ کر لیا ہو۔ آپ فوراً اپنے فرزند جعفرؑ کو لے کر تلاش کو نکلے۔ دیکھا کہ مکہ کی ایک گھاٹی میں رسولؐ اور علیؑ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر جناب ابو طالبؑ نے جعفرؑ سے کہا آگے بڑھو اور اپنے بھائی کے ساتھ بازو جوڑو چنانچہ جناب جعفرؑ نے تعمیل ارشاد کی اس طرح جب تینوں بزرگ نماز پڑھنے لگے تو ابو طالبؑ یہ منظر دیکھ کر خوشی سے رو پڑے اور یہ اشعار کہے جن کا مفہوم یہ ہے: مصائب روزگار کے موقع پر مجھے اپنے دونوں بیٹوں علیؑ و جعفرؑ پر پورا اعتماد ہے۔ دوسرے شعر میں فرماتے ہیں: اے علیؑ و جعفرؑ دیکھو اپنے بھائی رسولؐ کی مدد کئے جانا اور ان کو تنہا نہ چھوڑنا، بخدا نہ میں ان کی مدد سے دست بردار ہوں گا اور نہ میری شریف و نجیب اولاد ان کی نصرت سے دریغ کرے گی۔

ابو طالبؑ کی نظم، وحی و تنزیل کے متعلق

اس نظم کو بھی ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ کی تیسری جلد میں ذکر کیا ہے۔ ابو طالبؑ فرماتے ہیں کہ یہ وہ نبیؐ ہیں جن پر رب العالمین کی جانب سے وحی نازل ہوئی اور جو ان کی رسالت کو تسلیم کرے گا اس کو شرمندہ ہونے کی نوبت نہ آئے گی۔ فرماتے ہیں: ان کی ذات بابرکات میں شواہد نبوت و براہین رسالت ارباب بصیرت کو نظر آتے ہیں اور بے بصیرت اور بابصیرت میں بڑا فرق ہے۔ وہ محبوب خدا ہیں، امین شریعت ہیں، مہر نبوت ان پر منجانب قدرت ثبت ہے۔ اس کے بعد پھر قریش کو متنبہ کرتے ہیں، جو درپئے قتل تھے۔ فرماتے ہیں: بخدا تم ان کو قتل نہیں کر سکتے جب تک جنگ سے سر و جبڑے کی ہڈی چورا نہ ہو۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ہم محمدؐ کو بغیر لڑے بھڑے تمہارے سپرد کر دیں گے۔ یاد رکھو تمہاری تمنائیں شرمندہ کامرانی نہ ہوں گی، نہ یہ خواب آشنائے تعبیر ہوں گے۔ خبردار! رسولؐ کے معاملہ میں احمق نہ بنو اور منحوسوں، گمراہوں کا اتباع نہ کرو۔

ابو طالبؑ کا قصیدہ شان نبوت میں

ان اشعار کو علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے نہج البلاغہ کی

شرح میں ذکر کیا ہے۔ تیسری جلد میں فرماتے ہیں، خلاصہ یہ ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا نے محمدؐ کو مکرم بنایا اور اپنی مخلوق میں سب پر شرف عطا کیا۔ اے پروردگار تو گواہ ہے کہ میں دین احمدؐ پر ہوں۔ جس کو گمراہی پسند ہو وہ گمراہ رہے، میں تو ہدایت یافتہ ہوں۔

ان نظموں کے علاوہ اور بھی اشعار ہیں جو ایسے ہی پاکیزہ مقاصد، بلند تعلیم پر مشتمل ہیں، بخوف طوالت قلم انداز کئے گئے۔

ابوطالبؑ کی ادبیتِ منثور

آپ کی نثر بھی ادبیت کے لحاظ سے بلند درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ چھیاسی سال کی عمر میں جبکہ خوان زندگی سے دل سیر تھا۔ سرداران قریش کو جمع کر کے جو وصیت آپ نے فرمائی ہے، اس سے ایک حد تک اندازہ ہو سکے گا۔ اس وصیت کو بہت سے مورخین نے لکھا ہے جس کا ترجمہ آئندہ ہم ذکر کریں گے۔

شعب ابوطالبؑ کا قیام

صداقت ونصرت کے لحاظ سے اگر کسی کی سیرت پیش کی جاسکتی ہے تو ان میں ممتاز ترین ذات ابوطالبؑ کی ہے۔ بیالیس سال ساتھ رہے۔ بعثت کے بعد دس برس تک سخت ترین مشکلات کا مقابلہ کرتے رہے۔ معاندانہ کاروائیوں کے انسداد کے لئے آپ کا قدم سب سے آگے تھا۔ اپنے فرزند جعفر طیارؑ کو مہاجرین حبش کے ساتھ بھیج دیا، جب قریش نے نجاشی کے پاس وفد بھیجا تو ابوطالبؑ شہنشاہ کو پراسرار طریقے پر مطلع کیا کہ وفد ظالم ہے اور مہاجرین مظلوم ہیں۔

جاںنثاری کے یہی بلند بانگ نعرے تھے جن کے نتیجے میں ابوطالبؑ کو بیاسی برس کی عمر میں جنگل بسانا پڑا بچوں کو لے کر پہاڑ کے درہ میں تین برس قیام کرنا پڑا۔ قریش ان جذبات سے اس قدر متاثر ہو چکے تھے کہ اب ان سب نے یہ طے کیا کہ ابوطالبؑ کا وسیلہ ہٹا کر براہ راست سرورؐ عالم سے گفتگو کی جائے کیوں کہ انہوں نے ناشاد نگاہوں سے دیکھا کہ اسلام کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے۔ حمزہ بن عبدالمطلبؑ بھی علی الاعلان مسلمان ہو چکے۔

اس وقت قریش کی نظر انتخاب میں معاویہ کے نانا عتبہ ایسے بزرگ معلوم ہوئے جو عزم محمدی یا تبلیغ اسلام کے دھارے کو اپنے کفر کی دیوار سے روک سکیں۔ ان کو سفیر ضلالت بنا کر بھیجا گیا کہ جایئے ابوطالبؑ کے بھتیجے سے گفتگو کر کے زمین شرک ہموار کیجئے۔ یہ بد نصیب آیا حضورؐ رسالت سے مخاطب ہوا: میرے بھتیجے! تم جانتے ہو کہ جو تمہاری قوم سے تعلق ہے اور تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ تمہارے پیام کی بدولت ان کی حمایت میں تفرقہ پیدا ہوگیا۔ باپ، دادا جاہل ہو گئے، میں اس وقت تمہارے سامنے چند تجویزیں پیش کرتا ہوں شاید کوئی بات ان میں سے تمہیں پسند آجائے۔ حضورؐ نے فرمایا: تم کہو میں سن رہا ہوں۔ عتبہ نے کلام حماقت آگیں شروع کیا: یہ جو تم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس سے تمہارا مقصد یہ ہوگا کہ قوم کی دولتمند فرد ہو جاؤ یا یہ مقصد ہوگا کہ سب کے سردار بنو، ان ارادوں میں ہم تمہارے مددگار ہو سکتے ہیں اور اگر کسی جن، آسیب کا خلل ہو تو ہمارے لئے اس کی تدبیر بھی آسان ہے۔ یہاں تک پہنچ کر خاکدان ضلالت بند ہوا اور صدفِ ہدایت کا دہن کھلا، ارشاد فرمایا: تم کہہ چکے، اب میری سنو اور یہ کہہ کر قرآن کریم کی یہ آیتیں پڑھنا شروع کیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ حٰمٓ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۔ (سورۂ فصّلت آیت ۱تا۴)

تلاوت کے بعد نبوت کی پیشانی جلالِ الوہیت کے سامنے زمین ادب تک پہنچ کر بلند ہوئی اور فرمایا: یہ میرا جواب ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کلام کو سن کر حیرت میں ڈوب گیا، مبہوت ہو گیا۔ اپنی قوم تک خاموش واپس آکر بولا: میں بقسم کہتا ہوں کہ عجیب وغریب کلام سن کر چلا آرہا ہوں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اس کے حال پر چھوڑو۔ اپنا کام کرو، جانے دو۔ قوم نے جواب دیا: بس معلوم ہو گیا کہ تیرے اوپر بھی اس شخص کا جادو چل گیا۔

اب سب متفق ہوکر ابوطالبؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے کیونکہ سفارت کا یہ حال ہوا کہ دین خدا کا سفیر کفر وشرک کے سفیر کو مغلوب ومبہوت کر چکا۔ علمی مباحثہ کا نتیجہ تو یہ نکلا لہذا پھر جہالت کی باتیں سامنے لائی گئیں۔ ابوطالبؑ سے کہنے لگے: اب تو ہم تمہارے بھتیجے سے عاجز آگئے ہیں۔ صبر کے پیمانے اب لبریز ہو چکے۔

یہ درحقیقت شکست کا اقرار تھا کیونکہ فتح صابر کا حصہ ہے۔ وہ جناب ابوطالبؑ سے کہتے ہیں کہ سارے عرب یہ طے کر چکے ہیں کہ یا تو تم ان کو سمجھا دو اور وہ باز آئیں ورنہ ہم اب بلا قتل کے باز نہ آئیں گے۔ اور پھر تم اکیلے ساری قوم کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ بوڑھے مجاہد کو یہ رنگ دیکھ کر فکر پیدا ہوگئی، حضورؐ کو بلایا اور فرمایا: کہ ابھی ساری قوم یہ کہتی ہوئی آئی تھی اس لئے تم احتیاط کرو۔ مجھے امید ہے کہ تم اپنے کو اور مجھ کو ناقابل تحمل مصائب سے دوچار نہ کروگے۔ تاجدارِ رسالت نے چچا کے الفاظ سنے اور یہ محسوس کر کے کہ چچا بھی اب اس اعلان میں مصلحت کی بنا پر تخفیف کی طرف مائل ہیں لیکن خدا کی مرضی یہ ہے کہ اعلان روز بروز بلند تر ہوتا جائے اور میرے عزم کا بھی تقاضا یہی ہے۔ آنکھیں پرنم ہوگئیں اور اس ذہنی تصادم کو جو ایک لمحہ کے لئے دماغ میں پیدا ہوا تھا حضورؐ نے اپنے عزم محکم سے سر کر لیا۔ آپ نے فیصلہ کن بات کہی: چچا! اگر یہ لوگ میرے داہنے ہاتھ میں آفتاب اور بائیں ہاتھ میں ماہتاب دے دیں تب بھی اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا، چاہے جان جاتی رہے۔ یہ فرما کے حضورؐ نے قدم بڑھائے لیکن چچا کی لجاجت بھری آواز نے قدم تھام لئے۔ بھتیجے کے قلزم عزم نے اتنی دیر میں بوڑھے مجاہد کے عزم کی وقتی کمی کو پورا کر دیا۔ قریب آتے ہی نہایت بلند آہنگی سے فرمایا: جاؤ۔ تم اپنا فریضہ ادا کئے جاؤ میں خدا کی قسم تمہارا ساتھ کبھی نہیں چھوڑونگا۔

یہ صرف آپ نے بھتیجے ہی سے نہیں کہا بلکہ قوم کے سامنے اس کا اعلان کر دیا کہ میں ہمیشہ محمدؐ کے ساتھ ہوں۔

اب قریش نے دیکھا کہ حالات ناسازگار ہوتے جاتے ہیں۔ بہت سے ارباب وجاہت ایمان لا چکے۔ حمزہ بن عبدالمطلبؑ بہ بانگ دہل رسولؐ کے علم کے نیچے آ چکے نجاشی نے مسلمانوں کی امداد کی اب ضرورت ہے کہ ان کو بالکل علٰحدہ کر دیا جائے اور ترک موالات کی جائے۔

سب نے متفق ہوکر معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے قرابت کرے گا، نہ ان سے تجارتی تعلقات قائم کرے گا، نہ سامان خورد ونوش ان کے لئے فراہم کرے گا، نہ ان سے ملے گا جب تک ابوطالبؑ محمدؐ کو ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔

یہ معاہدہ منصور بن عکرمہ نے لکھا اور محرم ۷ نبوی میں خاندان بنی ہاشم کو شعب ابوطالبؑ میں نظر بند کر دیا گیا۔ یہ پہاڑ کا ایک درہ تھا جو خاندان بنی ہاشم کا موروثی تھا۔ بنی ہاشم سال میں صرف دو دفعہ رجب اور ذی الحجہ میں درہ سے باہر آتے تھے اور ضروری خرید وفروخت وقتی طور پر کر کے پھر ''شعب'' میں واپس چلے جاتے تھے۔ اس قید نے جسمانی وروحانی تکالیف کے علاوہ رزق کی تنگی کے شدائد میں اور مبتلا کر دیا تھا۔ یہاں کامل تین برس رہنا پڑا۔ عرصہ حیات اتنا تنگ کیا گیا تھا کہ کھانے پینے کو بھی کچھ میسر نہ تھا طلح کی پتیاں کھا کر بسر ہوتی تھی، نونہالانِ ہاشمی جب بھوک سے بلک بلک کر روتے تھے تو قریش سن کر مسرور ہوتے تھے۔ رشتہ دار اگر کچھ پہنچانا چاہتے تو ان کو ذلت و رسوائی نصیب ہوتی تھی، لیکن میں کہوں گا کہ پھر بھی بعض رحم دلوں کو ترس آ جاتا تھا۔ ایک دن جناب خدیجہؑ کے بھتیجے حکیم بن خرام نے ایک بوری گیہوں کی پھوپھی کی خدمت میں بھیجی۔ راستہ میں جہالت کا بورا مل گیا تصادم ہوا، اس نے چھیننا چاہا ابوالبحری بھی ادھر سے آ رہا تھا اس نے ابوجہل کو سمجھایا کہ اگر ایک شخص اپنی پھوپھی کو کھانے کے لئے بھیجتا ہے تو تجھ سے کیا سروکار لیکن وہ بورا ایسا جہالت سے لبریز تھا کہ حکمت کا ایک ذرہ بھی اس میں نہیں آ سکتا تھا ابوالبحری نے سمجھ لیا کہ مرکز فکر ونظر کو کھٹکھٹانے کی ضرورت ہے۔ سردست اس کے ہاتھ میں کمان تھی اس روز سے سر پر ماری کہ ستونِ جہالت زمین پر آ رہا اور غلام سے کہا جاؤ غلہ

خدیجہؑ کو دے آؤ۔

اس موقع پر جناب خدیجہؑ کا ایثار قابلِ داد ہے کہ جس کی دولت سارے عرب کی دولت کے مقابل بھاری ٹھہرے وہ 'طلح' کی پتیاں کھا کھا کر نبیؐ کریم کے ساتھ سختیاں جھیلے اور دو چار دن نہیں، تین سال کامل۔

ابوطالبؑ کی اولادنثاری

اس شعب میں ابوطالبؑ نے جو محبت کا عملی کارنامہ پیش کیا ہے اس کی نظیر تاریخ کے صفحات پر نہیں ہے۔ علامہ حلّی تحریر کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ نے یہ معمول کرلیا تھا کہ ہرا رات حضرتؐ سے فرماتے کہ تم میرے پاس میرے ہی بستر پر سو رہو، پھر جب سب لوگ سوجاتے تو آپ حضرتؐ کو اس جگہ سے ہٹا دیتے اور اپنے بیٹوں یا بھائیوں میں سے کسی کو اس جگہ سو رہنے کا حکم دیتے تھے اس خوف سے کہ بدخواہوں میں سے کوئی دھوکہ سے قتل نہ کردے۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ابوطالبؑ کو کس قدر احتیاط ملحوظ تھی کہ شاید کسی دشمن نے دن کے وقت یا سر شام آرامگاہ رسالت دیکھ لی ہو اور شب میں اسی جگہ کو نشانہ بنا کر حملہ کرے تو رسولؐ محفوظ رہیں، پارہائے جگر میں سے کوئی فدیہ بن جائے اور یہ ایک دن دو دن نہیں، روز اپنی اولاد کو محبوبؐ خدا پر فدا کرتے تھے انہیں جاں نثاریوں کے اعتراف میں فاضل شارح نہج البلاغہ نے یہ اشعار کہے ہیں۔ ترجمہ یہ ہے۔

اگر ابوطالبؑ اور ان کا بیٹا نہ ہوتا تو اسلام کا پیکر کھڑا نہ ہوتا۔ ابوطالبؑ نے مکہ میں پیغمبرؐ کی نصرت وحمایت کی اور علیؑ نے مدینہ میں موت کے دہانے میں شناوری کی۔ ابوطالبؑ کی عظمت کو نقصان نہیں پہنچ سکتا جاہل کو بکواس یا جاننے والے کے انجان بننے سے، جیسے نور سحر کو کسی تاریک نظر کی تاریک بینی سے نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

معاہدہ کی کرم نوشی اور نظربندی سے رہائی

ایک دن حضورؐ نے ابوطالبؑ سے کہا: چچا! اس معاہدے کو تو دیمک کھا گئی اس میں بجز نام خدا کچھ نہیں رہا۔

دیکھئے کہ یہ ایک خبر ہے جس کے متعلق شک ممکن ہے اور موقع کا مشاہدہ ابوطالبؑ کے لئے ممکن نہیں اور بلا یقین کے تمام عرب کی جماعتوں کے سامنے اس کا اعلان معاملہ کی نزاکت کی وجہ سے نہایت خطرناک ہے۔ بات کی بربادی ہے، اب اس سے یقین ابوطالبؑ کی تجلی دیکھئے کہ رسولؐ کے خبر دیتے ہی آپ نے یہ بھی نہ پوچھا کہ واقعی ایسا ہے۔ تم کو کیسے معلوم ہوا۔ کچھ نہیں بس یقین کرلیا جیسے کوئی وحی کا یقین کرلے۔

فرمایا: اچھا جاؤ۔ آج میں خانہ کعبہ جاکر ان کو مطلع کرتا ہوں۔ آئے، قریش سے کہا۔ میرے بھتیجے نے مجھ کو آگاہ کیا اور بالکل سچ کہتا ہے۔ یہ ہے اطمینان کی بلندی کہ ممکن تھا اپنی طرف سے کہتے کہ میں کہتا ہوں یا مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ اگر خلاف نکلے تو ابوطالبؑ کے دامن تک داغ رہے، دامانِ رسالت محفوظ رہے۔ لیکن یہ تو وہ کہے جس کے یہاں ذرا بھی شک کی جھلک ہو۔ ابوطالبؑ کہتے ہیں کہ میرے بھتیجے نے مجھ کو خبر دی ہے کہ معاہدہ دیمک نے چاٹ لیا اور یقیناً ایسا ہے لاؤ معاہدہ کی سرنوشت دکھاؤ، جو دیمک کھا گئی ہو تو اب بھی مان جاؤ دیکھو نامِ خدا باقی ہے، لہذا جو باقی ہے اس کو اختیار کرو۔ اور جو خورد برد ہو چکا اس کو تم بھی دفن کردو۔ اور اگر نہیں کھایا تو میں تیار ہوں بھتیجے کو تمہارے حوالے کردوں گا۔

یہ آخری فقرہ کتنے زوردار ایمان کی دلیل ہے کہ میری بات غلط نکلے تو تم محمدؐ کو لے کر قتل کر ڈالو میں راضی ہوں۔ ایمان بالغیب کی کتنی جلی مثال ہے۔

معاہدہ دیکھا گیا کفر کی تحریر دیمک چاٹ چکی تھی اور صداقت رسولؐ کے غیرفانی نقوش ابھر چکے تھے۔ اس پر ابوطالبؑ نے اشعار کہے جن کا ذکر ان کے ادبی کمال کے بیان میں گذر چکا ہے۔ اب قریش کی آنکھوں کے پردے ہٹے۔ انہوں نے سوچا کہ ایسا ردی معاہدہ چاک کر ڈالنے کے قابل ہے ظلم کی بھی حد ہو چکی ہے۔

مطعم بن عدی۔ ابوالبختری۔ زمعہ بن اسود، عدی بن قیس سب جمع تھے مطعم بن عدی نے اس کو چاک کر کے پھینک دیا اور یہ سب مسلح ہوکر شعب ابوطالبؑ پہنچے اور مظلوموں کو وہاں سے واپس لائے۔

ابوطالبؑ کی وفات

دور ''شعب'' کے مجاہدات ابوطالبؑ کی حیات کے آخری کارنامے تھے۔ اس نظر بندی سے چھٹ کر آئے ہوئے ابھی آٹھ ماہ چند ہی دن ہوئے تھے کہ ابوطالبؑ بیمار ہوئے۔ چھیاسی سال کا سن ہو چکا تھا کوس رحلت کی صدا کانوں سے قریب تر ہوتی محسوس ہوئی۔ غبار کارواں نظر آیا۔ یہاں بھی رخت سفر بار کرنے کی دیر ہے بس ایک کام باقی ہے اور اہم ترین کام یعنی اپنے مابعد کا انتظام۔ اکابر قریش کو جمع کیا، وصیت کی جس کی ادبی حیثیت بھی بلند ہے، جس کو بلوغ الارب، تاریخ الخمیس، دجلانی، حلبی نے اپنی تاریخوں میں درج کیا ہے۔ وصیت کا خلاصہ یہ ہے:۔

اے گروہ قریش! تم منتخب روزگار عرب کی جان ہو، مانے ہوئے سردار، بے بدل بہادر تمہیں میں پیدا ہوئے، عرب کے کردار و شرف کے مخزن تم ہی ہو۔ یہی تمہاری سرفرازی کا راز ہے اور اسی لئے تم کو وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ مقابلہ کے موقع پر عالم کی حمایت تم کو حاصل ہے۔ دیکھو کعبہ کی عظمت دل سے محو نہ ہونے پائے کیونکہ اس میں رضائے الٰہی، وسعت رزق، ثبات قدم ہے صلۂ رحم کرتے رہنا، اس میں طول عمر، زیادتی اولاد کا راز مضمر ہے۔ بغاوت و نافرمانی ترک کرو کیونکہ انہیں وجود سے سابق کی امتیں ہلاک ہوئیں۔ دعوت حق پر لبیک کہو اور سائل کی حاجت روائی کرو، انہیں باتوں میں موت وحیات کی شرافت ہے۔ سچ بولتے رہنا، امانت ادا کرتے رہنا، تاکہ خواص سے محبت اور عوام میں عزت برقرار رہے۔ میں محمدؐ کے بارے میں تم کو وصیت کرتا ہوں وہ قریش کے امین اور عرب کے صادق ہیں اور جن باتوں کی میں نے تم کو وصیت کی ہے وہ سب ان میں موجود ہیں۔

وہ ایک ایسا پیام لے کر آئے ہیں جس کو دل مان چکا ہے زبان انکار کر رہی ہے دشمنی کے خیال سے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ عرب کی جماعتیں ان کے پیام کو تسلیم کر چکی ہیں اور وہ ان کو لے کر موت کے بھنور میں کود پڑے ہیں۔ اسی کو یقین محکم کہتے ہیں کہ حال کے آئینہ میں مستقبل کی کامیابیاں نظر آئیں۔ جس کے بعد قریش کے سردار حقیر ہو گئے، اور کمزور لوگ مالک بن گئے اور جو ان میں عظیم شخصیتوں کے مالک تھے وہی سب سے زیادہ محتاج ہو گئے، عرب کے لوگوں نے ان سے خالص محبت کی اور اطاعت قبول کی، زمام قیادت ان کے ہاتھوں میں دے دی۔

اے گروہ قریش! ان کے رفیق کار بن جاؤ اور ان کے گروہ کے حامی ہو جاؤ۔ بخدا جو ان کے پیام کو تسلیم کرے گا ہدایت پائے گا اور خوش قسمت نکلے گا۔ اگر داعی اجل مجھ کو مہلت دیتا تو میں اور کچھ حوادث کا مقابلہ کرتا اور ان کی حمایت کرتا یاد رکھو کہ جبتک تم محمدؐ کی پیروی کرتے رہو گے خیریت سے رہو گے لہٰذا اطاعت کرتے رہو تاکہ ہدایت پاؤ۔

بعثت کے دسویں برس نصف شوال یا ذی القعدہ کو جناب ابوطالبؑ کا مکہ میں انتقال ہوا۔ امیرالمومنینؑ تشریف لائے، بارگاہ نبوت میں اطلاع کی۔ ارشاد ہوا: جاؤ، ان کے غسل وکفن کا انتظام کرو، خدا ان کی مغفرت کرے اور جوار رحمت میں جگہ دے۔

ابن عباس ناقل ہیں کہ جناب ابوطالبؑ کا جنازہ دیکھ کر سرور کائنات نے فرمایا: چچا! آپ نے خوب حق ادا کیا، خداوند عالم اس کا اجر جزیل عطا کرے۔

حضرت کے حزن وملال کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ آپ نے اس سال کا نام ''عام الحزن'' رکھا یعنی غم واندوہ کا سال۔

اسد علی بقلمہ

(۸ ربیع الثانی ۷۴ھ یکشنبہ ۵ دسمبر ۱۹۵۴ء)

❁❁❁